پشتو اور آریائی زبانوں کا تہذیبی و لسانی رشتہ

ڈاکٹر حنیف خلیل*

Abstract

Most of the historians and linguists have placed Pashto language into the Arian family of languages and then into the sub branch of Indo-Iranian group of languages. Sanskrit and Zhand are the other two ancient languages of the relevant civilizations. By putting a glance on the historical linguistic and socio-cultural background of the said languages it has been cleared that Pashto influenced languages from time to time.

Indus Valley Civilization had accepted the or linguistic impacts of the Pakhtuns in the region. Before Islamic era Vadic literature prevailed in the sub-continent therefore the article would establish the relation between vadic literature and the Pakhtuns. The present study tried to explain that Pakhtuns tribes had played a vital role during that time which definitely leads to the historical linguistics and particularly the relation of Pashto with other Indo-Arian languages. Arians had brought India the Vadic civilization which Pakhtun culture and geography had impacted along-with Dravidian culture. Therefore, the linguistic influence of Indo-Arian languages from Pashto is also natural. This paper presents a cultural and linguistic study in historical context with the help of relevant references.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

پشتو برصغیر کی ایک قدیم ترین زبان ہے۔ماہرین لسانیات اس زبان کو ہند ایرانی خاندان میں رکھتے ہیں اور قدیم مشرقی زبانوں میں سنسکرت اور ژند کی ہمعصر زبان گردانتے ہیں۔ مشرقی زبانوں میں ہند آریائی اور ہند ایرانی زبانوں کے مطالعہ میں پشتو زبان کو لازمی طور پر زیر بحث لایا جاتا ہے اور یوں پشتو، سنسکرت اور ژند کے تہذیبی و لسانی اشتراکات پر تحقیقات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔مذکورہ تینوں زبانوں کے لسانی و تاریخی پس منظر کا سراغ لگانے کے لئے آریائی، ایرانی اور گندھارا تہذیبوں کے بارے میں بھی تحقیق ناگزیر ہو جاتا ہے۔ خصوصی طور پر آریاؤں کی بنیاد، اُن کا اصل اور تاریخی و تہذیبی پس منظر اُجاگر کئے بغیر ان زبانوں کے لسانی و تہذیبی رشتے کا پتہ لگانا ممکن نہیں رہتا۔ اس تناظر میں پشتو کو ایرانی زبانوں کے خاندان سے متعلقہ سمجھتے ہوئے اس زبان کو آریائی تہذیب کی بنیادیں فراہم کی جاتی ہیں۔ آریا اصل میں کون لوگ ہیں۔ آریاؤں کا دراوڑی تہذیب سے کیا رشتہ ہے اور اُن تہذیبوں سے منسلک زبانوں میں پشتو کی کیا حیثیت ہے۔ ان سوالوں کے جواب سے پشتو کا آریائی زبانوں سے تہذیبی و لسانی رشتہ ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

پختونوں کو آریاء النسل ثابت کرنے والوں نے پہلے پیش کردہ نظریات کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد یہ ثابت کیا کہ ان تمام پیش کردہ نظریات میں کافی اشکالات و مشکلات موجود ہیں اور بہت سی کڑیاں تاریخی لحاظ سے ایک دوسرے سے نہیں ملتیں۔ پختونوں کو آریا ثابت کرنے والوں کے پاس سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ جن دس آریائی قبائل کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی اور ان میں پختون بھی شامل تھے اور کچھ اشارے رگوید اور اوستا سے بھی ملتے ہیں لیکن یہ اشارے اور آریائی قبائل کی جنگ میں پختون قبائل کا شریک ہونا پختونوں کو آریا ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں جیسا کہ پروفیسر پریشان خٹک نے بھی لکھا ہے:

> ''اگر یونانی مورخین کے پکتو پکھتویس، پکتیکا وغیرہ سے مقصد پشتون اور پشتونوں کا علاقہ بھی لیا جائے تو اسے رگوید کے پکھتا سے ملا کر مندرجہ بالا معروضابت کی روشنی میں پشتونوں کے آریا النسل ہونے کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے''۔[۱]

اس بات میں یقیناً وزن ہے۔ اس لئے کہ جب پختونوں کی ز بان و ثقافت کی

جڑیں آریاؤں سے کہیں زیادہ قدیم ہونے کے لئے شواہد موجود ہیں تو پختون کس طرح آریا النسل ہو سکتے ہیں ۔

مولانا عبد القادر کی دلیل تو یہ تھی کہ:

> اگر وسط ایشیا کے اس علاقے کے رہنے والے لوگوں کی پر اکرتی زبانوں سے پہلے کوئی زبان تھی تو اس کی دعویدار صرف پشتو ہوسکتی ہے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ پشتو زبان کا رشتہ اور ریشہ سامی، انڈہ ایرانی، چینی، سنسکرت، اوستا اور دیگر بہت سی زبانوں سے ہے۔ یہاں سے جا کر باقی دنیا میں پھیلنے والی اقوام اگر مختلف ناموں سے یاد ہوتی رہیں تو یہاں کے اصل باشندوں کا بھی کوئی نہ کوئی نام ہونا چاہیے۔[۲]

مولانا عبدالقادر مرحوم کے خیال میں نام وہی پکتین اور پکتویس تھا جس کا ذکر یونانی مئورخین نے کیا تھا۔ بات یہاں تک تو درست ہوسکتی ہے کہ پختونوں نے کئی زبانوں کو متاثر کیا ہے۔ لیکن پشتو کا وسطی ایشیا کی پہلی مہذب زبان ہونے کے لئے کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں البتہ پشتو کی جڑیں اگر ماقبل آریائی زبان سے ملیں تو کم از کم اتنا تو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ پختون آریاؤں سے قدیم ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مظفر حسن ملک کی تحقیق مزید رہنمائی کر سکتی ہے۔ وہ مختلف حوالوں سے لکھتے ہیں:

۱۔ مختلف افغان قبائل نسلی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۲۔ اگر یہ نظریہ قبول کر لیا جائے کہ ہیروڈوٹس نے جن پکتائی قبائل کا ذکر کیا ہے وہ پختون ہی ہیں(جدید محققین اس نظریے کو قبول کرتے ہیں) تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ افغان قبائل ہزار سال سے ہندوستا ن کے شمال مغرب اور بلوچستان میں قیام پذیر ہیں۔ اگر ان کو اتنا قدیم مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ لوگ ایک زمانے میں ہندو دھرم اور اس کے بعد بدھ مت کو قبول کر چکے تھے۔ مدت تک افاغنہ کے علاقوں میں بدھ مت قائم رہا، جس کے آثار ملتے ہیں مگر دسویں صدی عیسوی میں جس جوش و خروش سے انھوں نے اسلام قبول کیا اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔

۳۔ رگ وید میں جن آریا قبائل کی فہرست دی گئی ہے یا ذکر کیا گیا ہے، ان میں پکتا

(پختون) اور گندھا را قبائل کا بھی نام موجود ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنا بادشاہ تھا۔

۴۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ پشتو اور پختون آریاؤں کی آمد سے بھی قدیم ہیں اور ان کا مرکزی شہر باختر بابل اور نینوا کا ہمعصر ہے۔(اسے اب بلخ کہا جاتا ہے) دار یوش کبیر کے سنگی کتبوں میں جو خط میخی میں لکھے گئے ہیں اور ۵۱۶ق م کے لگ بھگ تحریر ہوئے ہیں، ان میں سے کم از کم تین میں علاوہ اوستا کے، پشتو عبارت بھی تحریر ہے نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ پشتو زبان اتنی قدیم ہے کہ اس کے الفاظ اور مصادر دنیا کی قدیم ترین زبانوں، اوستا، قدیم فارسی اور پہلوی اور سنسکرت میں شامل ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آریاؤں کی نقل مکانی کا قدیم ترین سلسلہ باختر میں ہی ہوا۔ یہ عمل کوئی اڑھائی ہزار سال قبل مسیح و قوع پذیر ہوا، پشتو زبان اس وقت بھی موجود تھی اور باختر کا علاقہ اس عہد میں بھی آباد تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پختونوں کی اپنی تاریخ ہے جو دیگر اقوام، مثلا بابل اور نینوا کی ہمعصر ہے"۔[۳]

اکثر ماہرین لسانیات پشتو کو ہند ایرانی زبان کی شاخ سمجھ کر اسے قدیم فارسی کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں مگر ان ماہرین کی یہ رائے پشتو کو نہ سمجھنے کا شاخسانہ ہے۔ پشتو اصل میں ایک الگ زبان ہے جس کے اثرات ہندوستان کی قدیم زبانوں سنسکرت اور ژندنے بھی قبول کیے۔ پختون ماہر لسانیات جناب سلطان محمد صابر نے اس حوالے سے بہت قابل قدر تحقیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

آریانا میں ایک زبان بولی جاتی تھی جیسا کہ استرابو نے کہا ہے اور پھر ہند اور پارس کی جغرافیائی اور مختلف تہذیبوں کی وجہ سے دو علیحدہ علیحدہ زبانیں بنیں یا پیدا ہوئیں جن میں ایک زرتشت کی کتاب " اوستا" کے نام سے اوستائی اور پھر پہلوی یا پارسی ہوئی اور دوسری جو آریانا کے مشرق میں پیدا ہوئی سنسکرت کے نام سے سامنے آئی یعنی یہ دونوں زبانیں ایک بڑی زبان سے وجود میں آئیں یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ سنسکرت، اوستا یا پارسی زبانوں کی آمد سے پہلے جو زبان آریانا کے لوگ بولتے تھے اس کا نام کیا ہے

دوسرا یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ دو زبانیں کیو ں کر اور کیسے بنیں، وہ کون سے حالات اور واقعات تھے جو ان زبانوں کے پیدا کرنے کے محرک بنے۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ آریا کے عین مرکز میں جو لوگ رہتے تھے وہ پختون تھے جیسا کہ یونانی مؤرخ ہیرو ڈوٹس نے ۴۰۰ ق م میں ان کو پکتان اور پکتویس کے نام سے یاد کیا ہے اور کہا ہے وہ لوگ جو پکتیا یا پکتیکا میں بستے ہیں، بڑے بہادر، دلیر اور جنگجو ہیں، چمڑے کا لباس پہنتے ہیں، تیر اور چھریاں لیے پھرتے ہیں۔ پکتیا یا پکتیکا وہ علاقہ ہے جس کو مئورخین نے آرا کوزیا کے نام سے بھی بار بار یاد کیا ہے۔ مولانا ابو الکام آزاد (مرحوم) نے اپنی کتاب اصحاب کیف ذولقرنین کے حصے میں جد روشیا (بلوچستان) کا شمالی خطہ آراکوزیا کے نام سے یاد کیا ہے۔ بعض مئورخین نے آر ا کوزی کا بھی گمان کیا ہے جو اس علاقے کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ ہیر وڈوٹس اور استرابو دیگر مورخین اور سیاحوں کے علاوہ فردوسی نے بھی اپنے شاہنامہ میں اپنے دور سے بہت پہلے کے واقعات بیان کرتے ہوئے آراکوزیا کے لوگوں کو افغان کے نام سے یاد کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ:

نشستہ درین دشت بسیا ر کوچ
ز افغان و لا چین و کردو بلوچ[۴]

سنسکرت اور ژند (جس کو ابر ہام زرتشت کی کتاب" اوستا" کی مناسبت سے اوستا بھی کہتے ہیں) پرپشتو کے اثرات اس لئے بھی ناگزیر تھے کہ ان زبانوں کے بولنے والے ہندی اور ایرانی پختونوں کے دونوں جانب آباد تھے۔ درمیان میں پختون سرزمین واقع تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پشتو سنسکرت اور ژندکی زنجیر میں درمیانی کڑی کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہندی اور ایرانی دونوں ہند یورپی اور آریائی تسلیم کی گئیں ہیں اور آرین کے ہندوستان میں ورود کے متعلق بیشتر نظریات میں افغانستان یا پختونوں کی سرزمین کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستان میں آریاؤں کی ورود سے پہلے پختونوں کی اپنی سرزمین میں موجودگی اور آریائی زبانوں پر اپنے اثرات ثبت کرنے کے لئے چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

وادی سندھ کی تہذیب کو ماہرین آثار قدیمہ نے ہزاروں سال قبل مسیح کی پرانی

تہذیب ثابت کیا ہے۔ رگوید میں وادی سندھ کی تہذیب کے ذکر کے ساتھ وادی پشاور کا تذکرہ بھی (گندھارا کے نام سے) موجود ہے۔ شرف الدین اصلاحی اس سلسلے میں رگوید کے حوالے سے وضاحت کرتے ہیں:

''رگوید میں سبھی خاندانوں کے متعلق مذکور ہے کہ وہ پانی کی سہولت کی وجہ سے ساتوں ندیوں کے کنارے آباد ہو گئے ہیں جن میں سے پانچ ندیاں پنجاب کی تھیں چھٹی سرسوتی اور ساتویں سندھو۔ ان ساتوں ندیوں کو ملا کر سپت سندھو یعنی سات دریا کہتے تھے۔ جس کا تلفظ پارسیوں کی " ژنداوستا" میں ھپت ھندو ہے۔ اس میں سندھ، پنجاب اور گندھارا (موجود پشاور اور اس کے آس پاس کا خطہ) شامل ہے''۔۵

غرض گندھارا تہذیب کا ذکر سندھ کی تہذیب کے ساتھ ہوا ہے جو آریاؤں کے ہندوستان میں ورود سے پہلے ہے۔ آریاؤں کا ہندوستان میں ورود جن راستوں سے ہوا ہے ان میں ایک راستہ افغانستان کا بھی ہے اور ظاہر ہے کہ افغانستان اور گندھارا کے تہذیبی اثرات لیے بغیر آریا کس طرح ہندوستان میں داخل ہو سکتے تھے۔ یہی نقطہ ڈاکٹر وزیر آغا زیادہ صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

آریاؤں کے قافلے وسطی ایشیا سے نکل کر ایران پر قابض ہو گئے تھے۔ یہاں سے ایک طرف تو انھوں نے آرمینیا، شام اور شنار (عراق) کی جانب پیش قدمی کی (اس کا تفصیلی ذکر پہلے آ چکا ہے) اور دوسری طرف افغانستان کے راستے ہندوستان کے برصغیر میں اترتے چلے آئے۔ ہندوستان میں آریا ۱۵۰۰ ق م کے لگ بھگ داخل ہوئے۔۶

ڈاکٹر ساجد امجد کا بیان ہے کہ:

گویا آریا کئی مرتبہ ترک وطن کرنے کے بعد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس اثنا میں وسط ایشیا کے وسیع میدانوں میں چکر لگاتے رہے۔ دراصل آریا نسل اول دو شاخوں میں تقسیم ہوئی تھی۔ ایک گروہ بدخشان کے نزدیک آباد تھا دوسرا بلخ کے نزدیک۔ جس زمانے میں آریاؤں کے ہاں بادشاہی کا آغاز ہوااسی زمانے کے لگ بھگ آریائی خاندان کی دو شاخوں میں وہ مذہبی تنازعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں مشرقی شاخ اپنے مرزبوم سے جلا وطن ہو گئی۔ یہی شاخ ایران و افغانستان اور ہندوکش کے تنگ راستوں سے ہوتی ہوئی ہندوستان میں آئی اور پنجاب میں بس گئی۔ مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار برس پہلے آریا لوگ آہستہ آہستہ ملک پنجاب میں پھیلنے لگے اور کچھ عرصے بعد کوہ ہمالیہ سے بند ھیا

چل تک سارا ملک آریہ ورت کہلانے لگا۔۷

ہندوستان میں آریاؤں کے ورود کے بارے میں مختلف نظریات ہیں لیکن بیشتر نظریات میں ان کا پختون سرزمین سے گزر یقینی ہے۔ اس لئے ہم مشہور نظریات یہاں پیش کرتے ہیں:

پہلا نظریہ

آریا قوم دریائے جیحون کے شمال میں زمین کے اس چھوٹے سے قطعہ میں بحالت چوپانی قیام پذیر تھی جو جنوب و مشرق میں دریائے جیحون کے شمال اور سمر قند و بخارا کے مشرق میں چینی علاقہ سے ملحق ہے۔ وہاں سے اس قوم نے دریائے جیحون کو عبور کر کے کچھ عرصہ صوبہ بلخ کی حدود میں قیام کیا۔ وہاں سے صوبہ کابل و صوبہ سرحد کے پہاڑوں سے ہوتی ہوئی جب دریائے سندھ کو عبور کر کے موجودہ علاقہ پنجاب میں داخل ہوئی ہے تو چوپانی سے ترقی کر کے کاشتکار بن چکی تھی اور پھر بتدریج غیر آریاؤں یعنی ہندوستان کے قدیم ترین باشندوں کو سامنے سے بھگاتی، قتل کرتی اور غلام بناتی ہوئی وادی گنگا کی طرف بڑھی اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں پھیل گئی۔

دوسرا نظریہ

آریائی قوم کا اصلی وطن جب کہ وہ چوپانی (چرواہوں کی) کی حالت میں زندگی بسر کرتی تھی بحیرۂ حضر (بحیرہ کاسپین) کا مشرقی ساحل تھا (ھنٹر کا یہی خیال تھا) وہاں سے یہ قوم علاقہ مرو میں بڑھی جو مشرق کی جانب تھا بڑھی۔ مرو سے جنوب کی جانب متوجہ ہو کر صوبہ ہرات میں قیام پذیر ہوئی اور اس لئے صوبہ کا نام آریانا مشہور ہوا جو بعد میں ہرات کے نام سے موسوم ہوا اور ہرات سے کابل و غزنی کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہاں سے درہ خیبر اور درہ بولان کے راستے پنجاب و سندھ میں داخل ہوئی۔ سندھ اور پنجاب میں داخل ہونے سے پہلے افغانستان کے علاقے میں چوپانی سے ترقی کر کے کاشتکاری کا پیشہ اختیار کر چکی تھی۔ لیکن بھیڑ، بکری، گائے وغیرہ کے ریوڑ بھی اس کے ہمراہ موجود تھے۔ سندھ و

پنجاب سے پھر مشرق کی طرف غیر آریاؤں کو مغلوب کرتی ہوئی صوبہ بہار تک پہنچ گئی اور شمالی ہند کے تمام سرسبز و شاداب علاقوں پر قابض ہو گئی۔

تیسرا نظریہ

آریا قوم قدیم زمانے میں بحیرہ کاسپین کے مغربی و جنوبی علاقہ میں جو تہران، ہمدان وارویپن کے درمیان واقع ہے۔ آباد تھی۔ وہاں سے مشرق کی جانب متوجہ ہو کر اصفہان اور وسط ایران میں پھیل گئی۔ وہاں سے قندھار سے ہوتی ہوئی دریائے سندھ کے کنارے پہنچی اور سندھ کو عبور کر کے ملتان اور صوبہ ملتان سے پنجاب ہوتی ہوئی دوآبہ گنگ و جمن اور وہاں سے بہارتک پہنچی۔ اس سفر میں اس کو مختلف علاقوں کے اندر سینکڑوں سال قیام کرنا پڑا ہو گا۔ رگ وید پنجاب وملتان کے قیام کے دوران تصنیف ہوئی۔

چوتھا نظریہ

آریا قوم قدیم زمانہ میں وسط ایران، شیرازاوراصطخر کے علاقے میں رہتی تھی وہاں کسی بات پر آپس میں جنگ ہوئی اور اس قوم کے دو حصے ہوگئے۔ زبردست جماعت نے کمزور جماعت کو مار کر نکال دیا۔ مغلوب جماعت اپنے اصل وطن سے بے دخل ہو کر افغانستان و بلوچستان سے ہوتی ہوئی ہندوستان میں فاتحانہ داخل ہوئی اور غیر آریاوں کو پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف بھگا کر میدانوں پر خود قابض و متصرف ہو گئی۔

پانچواں نظریہ

آریا قوم کا قدیم وطن چین کا ملک تھا۔وہاں سے اپنے مویشیوں کے ریوڑ لیے ہوئے ترکستان پہنچی کچھ عرصہ دریائے جیجون کی وادی میں گزار کر صوبہ بلخ اور بلخ سے کشمیر و کابل ہوتی ہوئی پنجاب اور پنجاب سے دوآبہ گنگ و جمن میں پہنچی۔یہاں کسی بات پر آپس میں نزاع ہوا۔ دو گروہ ہو کر ایک دوسرے سے جنگ آزما ہوئے۔ مغلوب گروہ کو ہندوستان کے قابل زراعت میدان چھوڑ کر سندھ کی طرف بھاگنا پڑا۔ سندھ میں بھی طاقتور نے قدم

نہ جمانے دیے لہذا مغلوب گروہ قندھار ہوتا ہوا ایران پہنچا اس نے ایران میں اپنی حکومت قائم کی اور ایران کو اپنا وطن بنا کر ایرانی مشہور ہوئے۔ ان ایرانیوں کا ایک گروہ صوبہ کا کیشیا اور وہاں سے یورپ کی طرف گیا"۔۸

افغانستان کے ساتھ تہذیبی اثرات کی لین دین کے سلسلے میں *انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا* نے جن اقوام کا ذکر کیا ہے اس میں بھی آرین کے علاوہ آرین سے قدیم اقوام کا تذکرہ موجود ہے۔ *برٹانیکا* کی عبارت درج ذیل ہے:

> The present population of Afghanistan contains a number of elements. Which in the course of history and as a result of large-scale migration and conquests, have been superimposed upon one another. Dravidians, Indo Arains, Greeks, Seythians, Arabs, Turks and Mongols have at different times inhabited the country and influenced its culture and ethnography(9)
>
> ترجمہ:افغانستان کی موجودہ آبادی میں کئی ایسے عناصر شامل ہیں جو تاریخ میں بڑے پیمانے پر نقل مکانی اور فاتحین کے آنے سے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ دراوڑی، ہند آریائی، یونانی، سیتھین (ساکان) عرب، ترک اور منگول ایسی اقوام ہیں جو مختلف اوقات میں اس ملک (افغانستان) میں آ کر آباد ہوئیں اور یہاں کی ثقافت اور نسلی جغرافیہ سے اثر لیا (اور متاثر کیا)۔

اس کے علاوہ ایک ثبوت پختون قبائل کا قدیم آریاؤں میں موجودگی ہے۔ پانینی جو سنسکرت زبان کا عالم اور گرامر نویس ہے، نے دو قدیم پختون قبائل کا تذکرہ قدیم آریاؤں میں کیا ہے۔

> پانینی خود لکھتے ہیں کہ آریاؤں کا سب سے بڑا گروہ پرشوادی (Parshvdi) کہلاتا ہے۔ پانینی نے اس گروہ میں مدومنت(Madhumant) کے نام سے بھی ایک قبیلے کا ذکر کیا اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ گندھارا کے قریب سکونت رکھتے ہیں، مہا بھارت کے حماسہ میں یہ قبیلہ شمال مغرب میں رکھا گیا ہے۔ اوستا میں یہ لفظ " مہمند اور پشتو میں"مومند بنتا ہے۔ یہ بھی وہی پختون ہیں جو آج پشاور کی وادی دریائے کابل کے شمالی پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک اور قبیلے ''اپریتا'' (Aprita) کا نام بھی آیا ہے اور اس کے معنی نا قابل شکست رکھا گیا ہے۔ یونانیوں کی تحریروں میں اسے " اپروتاہی" (Aparytia) کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جنھیں دوسرے لوگ آفریدی

کہتے ہیں۔ یہ خود بھی اور دوسرے پشتون ان کو " اپریدی" کہتے ہیں۔ یہ پشتون، تیراہ، خیبر اور کوہاٹ میں رہتے ہیں۔[۱۰]

سر او لف کیرونے ہیر وڈوٹس اور چند دیگر مستشرقین کے حوالوں سے قدیم پختون قبائل پر تبصرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ھیروڈوٹس نے جن چار قبیلوں کا تذکرہ کیا ہے اور جو مبینہ طور پر پکٹویک یا گندھارا میں رہتے تھے ان میں سے ایک کا نام "اپارتے" ہے۔ ان لوگوں کو گریئرسن، اسٹین اور دوسرے مشہور مستشرقین نے آفریدی قرار دیا ہے۔ اس معاملہ میں مارگنسٹرین کا اعتراف ہے کہ کم از کم صوتی اعتبار سے دونوں ناموں کی مطابقت عین ممکن ہے۔آفریدی اور دوسرے بہت سے پٹھان آج بھی عادتا " ف" کو " پ" سے بدل دیتے ہیں اور اس صوتی تبادلہ کو مسلمہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اپارتے آپریدے کا نام ہے (آفریدی اپنے لقب کی یہی تلفظ کرتے ہیں) تو اس سے خود بخود یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ دارا کی ساتویں اقلیم کے اپارتے تیراہ بازار اور خیبر اور کوھاٹ کے دروں میں ان ہی علاقوں پر قابض تھے جہاں آج اپریدے رہتے ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اپارتے کے بارے میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ وہ قبیلہ ہے جو گنداریوئے سے ملی ہوئی نہیں تو کم از کم قریبی اقلیم میں رہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ گنداریوئے وادی پشاور کے باشندوں کانام ہے اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہے آج اپریدیوں کا علاقہ وہیں ہے یعنی وادی پشاور سے ملا ہوا۔ اس کے علاوہ بیشتر اپریدیوں کے گھر پہاڑی گوشوں میں ہیں جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ یہا ں سطح سمندر سے دس ہزار فٹ سے پندرہ ہزار فٹ اونچے سفید کوہ کی چراگاہوں کے سوا اور کہیں نہیں پہنچا جا سکتا۔کسی سلطنت نے اس علاقہ کو اتنا اہم نہیں سمجھا کہ اسے سلطنت کی حدود میں شامل کیا جائے۔
> اپارتے اور اپریدی کی مطابقت کے اضافہ میں ہیرڈوٹس کی تحریروں میں ان ناموں کی تلاش کرنے کی کوشش کو بڑی تقویت پہنچی ہے جو کسی نہ کسی شکل میں آج بھی پائے جاتے ہیں۔ بیلیو ایک قدم اور آگے نکل گئے ہیں اور انھوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ستاگودے سے مشہور خٹک قبیلہ اور دادیکے سے کاکڑوں کی ایک غیر معروف شاخ مراد ہے جس کا نام وہ دادی بتاتے ہیں۔[۱۱]

پشتو ایک قدیم الگ زبان

یہاں تک تو بات واضح ہو گئی کہ افغانستان اور گندھارا کی ثقافت آریاؤں سے کئی

گنا زیادہ قدیم ہے لیکن یہ بات ابھی تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ ثقافت پختونوں ہی کی ہے اور ان کی زبان پشتو ہی ہے تو اس سلسلے میں چند حوالے پیش خدمت ہیں:

گریئرسن نے اپنے لنگوئسٹک سروے آف انڈیا (جس کی پہلی پانچ جلدیں لنگوئسٹک سروے آف پاکستان کے نام سے شائع ہوئی ہیں) میں ڈاکٹر ٹرومپ کے حوالے سے لکھا ہے کہ پشتو زبان ایرانی شاخ سے تعلق نہیں رکھتی۔ یہ ہند آریائی زبانوں کے خاندان سے ہے لیکن ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔گریرسن کے الفاظ یہ ہیں:

> Dr. Trumpp in his Pashto Garmmer written in 1873, strongly maintained that the language did not properly belongs to the Eranian, but was a member of the Indo-Arian family. He added however, that it was not a true member of the Indian family, but that it was member of the independent language.[۱۲]

> ترجمہ:ڈاکٹر ٹرمپ اپنی گرامر جو ۱۸۷۳ء میں لکھی گئی ہے، میں بہت وثوق سے کہتے ہیں کہ پشتو زبان ایرانی نہیں بلکہ ہند آریائی خاندان کی رکن ہے لیکن حقیقت میں یہ زبان ہند آریائی بھی نہیں بلکہ ایک علیحدہ قدیم زبان ہے۔

پشتو کی اس انفرادیت اور الگ حیثیت سے بشمول گریئرسن کئی مستشرقین نے اتفاق نہیں کیا ہے اور پشتو کو ایرانی خاندان سے منسوب کیا ہے لیکن جب اس کی موجودگی کے آثار اس کی قدامت پر دال ہیں تو اس حقیقت سے کیونکر انکار ممکن ہے کہ پشتو ایک قدیم ترین منفرد زبان ہے یہی وجہ ہے کہ مستشرقین ہی کے ایک گروپ نے پشتو کی قدامت و انفرادیت پر بھی اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ افغانستان کے دانشور صدیق اللہ رشتین نے مستشرقین میں سے میکس مولر، اور استرابون کے حوالے سے لکھا ہے:

سنسکرت سے پہلے ایک زبان موجود تھی جس میں ماں کومئوئر(Moer) کہا جاتا ہے۔یہ زبان تمام ہند آریائی زبانوں کی ماں تھی" ۔[۱۳]

ماں کے لئے قدیم زبانوں میں جو الفاظ موجود ہیں وہ یہ ہیں سنسکرت (ماتا۔ماتری) ژند، پہلوی، فارسی (مام، ماتو، مادر) جرمنی(موئر)۔ ان زبانوں میں صرف جر ما نک تلفظ پشتو کے قریب ہے۔ باقی زبانوں میں صرف پشتو ہی ایسی زبان ہے جس میں ماں کے لئے

آج بھی (موئز، مور) کا تلفظ موجود ہے۔ لہذا وہ قدیم زبان جو ہند آریائی زبانوں کی ماں ہے، کیا وہ پشتو تو نہیں ؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے مزید کچھ حوالوں کی ضرورت ہے۔ رشیتن صاحب استرابون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

پارسیوں، میدیوں، باختریوں اور سغد یوں کی ایک ہی زبان تھی۔ مگر اب تک یہ بات یقینی حد تک واضح نہ ہوسکی کہ اس آریائی قدیم زبان کا نام کیا تھا۔ یا اس کی زیادہ نشانیاں کون سی زبان میں موجود ہیں۔[۱۴]

پروفیسر ڈاکٹر حیدر سندھی نے کہا ہے کہ گریئرسن نے قدیم زبانوں میں جس زبان کا نام ادھیچہ لیا ہے وہ یہی قدیم زبان ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ادھیچہ دراصل ایرانی الاصل پشتو اور بلوچی زبانوں سے ملحقہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر آباد لوگوں کی زبان تھی جہاں اب ہند کو اور سندھی رائج ہیں۔ اس خطے کی زبان سے سنسکرت کو وجود ملا"۔[۱۵]

سینٹی کمار چیٹر جی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ:

ادھیچہ لہجے نے سنسکرت کا روپ دھار لیا جو بعد میں مدھیہ پردیش، یورپ اور دکن کے لوگوں نے اس کی نشوونما کی۔[۱۶]

افغان دانشور اور ماہر لسانیات پروفیسر عبدالحی حبیبی نے پشتو زبان پر جو تحقیق کی ہے، اس کے مطابق وہ پشتو کو آریائی خاندان سے متعلقہ سمجھتے ہیں لیکن سنسکرت اور ژند پشتو کی بہنیں تسلیم کرتے ہیں۔ اگر چہ پشتو مذکورہ دو نوں زبانوں سے قدیم جڑیں رکھتی ہے۔ البتہ حبیبی صاحب ان سب زبانوں کا ماخد آریک اور" آریک "بولنے والوں کے علاقے کو آریانہ ویجہ بتاتے ہیں ۔وہ مغربی دانشور ڈاکٹر گستاوَلی بون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آریاؤں کی ہجرت سے پہلے وہ ایک مخصوص زبان بولتے تھے جس کو " آریک" کہتے تھے۔ یہ زبان اب موجود نہیں لیکن سنسکرت اسی زبان سے ماخوذ ہے۔ یہ تقریبا ۳۰۰۰(تین ہزار) سال قبل مسیح بولی جاتی تھی، جو تمام آریائی زبانوں کی ماں تسلیم کی جاتی ہے۔[۱۷]

یہ آریک زبان کتنی پرانی تھی اور پشتو کا اس سے کیا رشتہ ہے، یہ معلوم نہیں۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ لفظ " آریک" " آریا" یا " آرین" کی ساخت میں پشتو کا عمل دخل ہے۔ آرین کا لغوی معنی ہے شریف، اصیل اور نجیب۔ اس معنی میں پشتو زبان حتی کہ

پشتو کے تحریری ادب میں ''آر'' کی، جڑ ان ہی معنوں میں موجود ہے۔" ۸۰۰ھ کے پختون شاعر اکبر زمینداوری نے اپنے ایک شعر میں یہ لفظ ان ہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔[۱۸] ۱۰۱۹ھ کے پختون شاعر ملا الف ہوتک نے یہ لفظ درج بالا معنوں میں استعمال کیا ہے[۱۹] ۱۱۳۵ھ کے شاعر پیر محمد میاں جی نے بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے[۲۰] ''آر'' سے آریا اور آرین بنا بھی پشتو گرامر کے مطابق ہے جس کی کافی مثالیں پروفیسر عبدالحی حبیبی نے پیش کی ہیں۔[۲۱] جب یہ بات واضح ہو گئی کہ آریا اور آرین کے الفاظ اور پھر آریک لفظ کی بناوٹ ہی پشتو میں ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ پشتو زبان ان الفاظ کی بناوٹ سے پہلے موجود تھی۔

اس کے علاوہ لفظ سنسکرت کی ساخت اور بناوٹ بھی پشتو زبان میں ہوئی ہے۔ سنسکرت کا معنی ہے، تر اشیدہ، بنائی ہوئی اور برابر کی ہوئی۔ ''یہ اصل میں پشتو کے دو لفظوں کے مجموعے سے بنی ہوئی ترکیب ہے۔(سمہ کڑتہ)یعنی برابر کی ہوئی۔ بنائی ہوئی''[۲۲] اس کا مطلب یہ ہوا کہ کم از کم سنسکرت سے پہلے بھی پختون زبان وجود رکھتی تھی تب ہی تو سنسکرت کا لفظ پشتو میں بنا ہے۔

سنسکرت کا پشتو سے اتنا قریبی تعلق ہے کہ بعض ماہرین لسانیات یہاں تک کہتے ہیں کہ سنسکرت پشتو ہی سے بنی ہے۔ پہلے یہ بھی مذکور ہے کہ سنسکرت ادھیچہ سے بنی ہے، لہذا جس طرح زبانوں کا اصول ہے کہ ایک دوسرے سے اثرات لیتی ہیں اس لیے بعید از قیاس نہیں ہے کہ پشتو اور ادھیچہ میں بھی کوئی نسبت ہو۔ پہلے ہم پشتو کی قدامت کو ثابت کرنے کے لئے چند لسانی حوالے دیتے ہیں اور پھر یہ دیکھیں گے کہ سنسکرت کو پشتو نے کتنا متاثر کیا ہے۔

آریاؤں سے پہلے ہندوستان میں دراوڑی تہذیب کے نقوش پختہ تھے۔ دراوڑی زبانوں کی باقیات میں سے بروہی یا براہوی زبان اب بھی زندہ ہے چونکہ براہوی زبان کے ذخیرہ الفاظ میں دراوڑی تہذیب کے آثار نمایاں ہیں اور پشتو بھی دراوڑی تہذیب کے زمانے سے پہلے کی زبان ہے لہذا دراوڑی اور پشتو میں انتقال الفاظ یا براہوی اور پشتو میں

انتقال الفاظ بھی ایک لازمی عنصر ہے۔ سلطان محمد صابر نے تو کئی مشترکہ جملے بھی نقل کیے۔ ان کی تحقیق سے ہم بھی استفادہ کرتے ہیں اور کچھ جملے اور مشترکہ الفاظ پیش کرتے ہیں:

بروہی/ براہوی	پشتو	اُردو ترجمہ
داانتہ سے	داچہ شے دے	یہ کیا ہے
پوہ مسوس	پو ھ سوئے	سمجھ گئے
دادے (یا) اندادے	دادے	یہ ہے
ڈغار	ڈگر	میدان، زمین

اسی طرح بروہی کے (برک) میں فارسی کی (بیا) اور (کرک) میں ہندی کا (کر) اور کریسہ اور کیوہ میں کرتے اور پشتو کا (کوُل) فعل نمایاں ہیں۔ بہرحال مشترک جغرافیائی موقعیت اور معاشرت کی وجہ سے بلوچستان کے اندر بروہیوں اور افغانوں میں بہت سے الفاظ مشترک ہیں مثلاً:

بروہی/ براہوی	پشتو	اُردو ترجمہ
جگی	جونگڑہ	جھوپڑی
جوڑ	جوڑ	اچھا۔تندرست
اُچ	اُش	اُونٹ
بردت	بریت	مونچھ
زائفہ	زائفہ	بیوی۲۳

بات یہاں بھی ختم نہیں ہوتی کہ پشتو دراوڑی تہذیب کے زمانے کی زبان ہے بلکہ منڈاری کے نام سے منڈا قوم کی جس قدیم ترین ہندوستانی زبان کا تذکرہ پہلے گذرا ہے، پشتو کے لسانی روابط اس زبان سے بھی تھے۔ معروف ماہر لسانیات عین الحق فرید کوٹی کا تجزیہ پیش کرنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ جائے گی وہ لکھتے ہیں:

> میں یہاں صرف ایک دو منڈاری اور پشتو الفاظ کے اشتراک کے بارے میں گفتگو کروں گا۔ اس سے میرا یہ مقصد نہیں کہ میں اس بناپر پشتو کو منڈا گروہ کی شاخ قرار دے دوں بلکہ اس سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ پشتو کی جڑیں بھی اسی پاک سرزمین میں

پیوست ہیں یا کم از کم اس میں فی الحال مزید مطالعے کی ضرورت ہے۔ جس بات نے مجھے سب سے پہلے اپنی طرف متوجہ کیا وہ پشتو اور منڈاری میں مرد یا خاوند کے لئے الفاظ کا اشتراک تھا۔منڈاری میں مرد، خاوند یا آدمی کے لئے ہورو کا لفظ مستعمل ہے جو کہ پشتو سڑے بمعنی مرد یا خاوند سے لگاؤ کھاتا ہے۔پشتو زبان کے اس لفظ کا رشتہ کسی آریائی یا سامی زبان سے نہیں ملایا جا سکتا، ہاں پاکستان کی دراوڑی الاصل زبان بروہی میں اس کا مترادف ضرور موجود ہے ۔بروہی ارے بمعنی مرد، خاوند یا آدمی وغیرہ(ماہرین صوتیات کے نزدیک س، اور الف ایک دوسرے سے تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے کہ اُردو، ''سسر'' اور ''دس'' پنجابی ''سویرا'' اور ''وہ'' نیز اُردو اور پنجابی ''ہور'' وغیرہ)۔ دراوڑی گروہ کی دوسری زبانوں، مثلا تامل، ملیالم، وغیرہ میں ''ایزؤ'' کے معنی مذکر کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ زیادہ تر آدمیوں کی بجائے مال مویشی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ آیا پنجابی لفظ ''آڑے'' کی کڑی ہے یا نہیں۔ پنجاب میں عام بول چال کے دوران عورتیں اپنے خاوند یا قریبی مرد کو اکثر ''اڑیا'' کہہ کر پکارتی ہیں جس کی مونث اڑی (اڑے) ہے، اُردو ''ارے'' اور ''اری'' بھی اسی سے منسلک ہیں۔ اسی طرح منڈاری لفظ کلی بمعنی قبیلہ، قومیت یا خاندان جیسے کہ بودر اکلی، ناگ کلی وغیرہ، پشتو لفظ خیل بمعنی خاندان یا قومیت جیسے کہ عیسی خیل، منصور خیل وغیرہ کے مترادف ہے۔ اگر پنجابی لفظ ''کل'' بمعنی نسل یا قومیت کو اسی سلسلہ سے منسلک تسلیم کریں تو اس کا رشتہ سنسکرت سے جا ملتا ہے جیسے کہ دیوکل، اسرکل وغیرہ لیکن سنسکرت میں اس لفظ کا وجود اسے آریائی الاصل نہیں بنا دیتا کیونکہ آریائی گروہ کی مغربی شاخوں میں اس لفظ کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ آنے والے آریاؤں نے دوسرے بے شمار سرمایہ الفاظ کی طرح اسے بھی مقامی زبانوں سے مستعار لیا۔[۲۴]

خاطر غزنوی کی حالیہ تحقیق، جس میں انہوں نے ہندکو بولی کو اُردو زبان کا ماخذ قرار دیا ہے اگر چہ استناد کی کسوٹی پر بہت کمزور ہے لیکن کم از کم گریئرسن اور دیگر محققین کی اس بات کی تائید پھر بھی کی ہے کہ منڈا قوم اور ان کی زبان کی باقیات پختون سرزمین میں اب بھی پائی جاتی ہیں جن سے پشتو اور منڈاری کے لسانی روابط کا پتہ چلتا ہے وہ لکھتے ہیں:

گریئرسن اور دوسرے محققین کی یہ بات بہت صحیح ہے کہ منڈا قبائل کا دائرہ عمل ایک وقت میں بہت وسیع تھا۔ وہ نہ صرف مشرق کی جانب گھنے جنگلات کی طرف دھکیل دیے گئے

بلکہ مغرب کی جانب دریائے سندھ سے ماوراء، دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں بھی دھکیل دیے گئے چنانچہ ہمیں صوبہ سرحد کے پہاڑی آزاد قبائل کے علاقوں میں ان کے نام کی باقیات آج بھی ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر منڈا نام کا ایک علاقہ جندول اور ثمر باغ کے جنوب میں اور دیر کے علاقے میں تیمر گڑھ سے تیرہ کلو میٹر مغرب کی طرف باجوڑ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس علاقے میں اب جو قوم آباد ہے، شادی خیل مست خیل کہلاتی ہیں۔ مشہور شخص عمر ا خان جس کی توپیں آج بھی مروان میں پڑی ہیں اس علاقے جندول کا رہنے والا تھا۔ اب یہاں کی زبان پشتو ہے۔ دوسرا علاقہ منڈا کے نام سے پشاور سے شمال کی جانب شبقد رفورٹ سے کچھ اوپر شمال کی طرف دریائے ابازئی کے بالائی جانب ہے اور علاقہ غیر یا آزاد قبائل کا حصہ ہے۔یہاں منڈا ہیڈ ورکس اسی رعایت سے مندا کہلاتا ہے۔[۲۵]

ان تجزیوں اور تقابلی مطالعے سے یہ بات تو شائدبطریق احسن واضح ہو چکی ہو گی کہ پشتو زبان کی جڑیں کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور یہ زبان کتنی قدیم ہے۔ اب ہم یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہندوستان کی سب سے مقبول اور علمی و ادبی زبان سنسکرت کی بناوٹ میں پشتو کا کتنا عمل دخل ہے یا کم از کم اس زبان میں پشتو کا ذخیرہ الفاظ کتنا ہے۔

جیسا کہ فرید کوٹی صاحب نے بھی اپنے بیان میں اشارہ کیا ہے کہ سنسکرت میں کافی ذخیرۂ الفاظ آریائی النسل نہیں ہے بلکہ قدیم مقامی زبانی سے مستعار لیا گیا ہے۔ اسی بنا پر سنسکرت میں غیر آریائی النسل ذخیرے میں ہم پشتو کے الفاظ کے نشان دہی کرتے ہوئے چند الفاظ کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ سنسکرت قدیم آریانا اور پرانے ہند کے وسطی علاقوں میں وجود میں آئی تھی اور اس زبان کی پہلی یونیورسٹی یا جامعہ ٹیکسلا میں تھی اور یہ وہ علاقہ ہے جس میں بعد کے زمانہ میں اُردو پیدا ہوئی۔ یونان کے سکندر اعظم ۳۳۰ ق م میں ان علاقوں میں آریانا کے راستے آئے تھے۔ سکندر اعظم ان علاقوں میں اپنے گورنر چھوڑکر چلے گئے تھے۔ وہ مقامی لوگوں سے جو اپنی زبان بولتے تھے ان کی زبان نہیں جانتے تھے بلکہ بڑ بڑا کر یا اشاروں سے مطلب نکالتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں فارسی زبان کے اختلاط کی وجہ سے اُردو سامنے آئی اسی طرح سنسکرت میں بھی یونانی اور لاطینی

زبان کے گھسنے کی راہ کسی نے روکی نہیں تھی سنسکرت زبان کے مشہور عالم " پانینی" بھی اسی زمانہ میں بقیہ حیات تھے اس لیے کہ انہوں نے ۳۵۰ق م میں سنسکرت زبان کے گرامر کے ۳۹۹۶ قاعدوں پر مشتمل آٹھ کتابیں لکھی تھیں لیکن ہم کیسے مان لیں کہ یونان اور لاطینی زبانوں کے الفاظ اتنی دور سے ہند کی سر زمین کو آئے ہوں اور سنسکرت میں مقام حاصل کر لیا ہو جبکہ پشتو قریب تر تھی اور ہزاروں سال سے قریبی رابطہ رکھتی تھی، اس کا ایک لفظ بھی سنسکرت میں جگہ حاصل نہ کر سکا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ سنسکرت پشتو اور ہندی سے بنی ہے اور اس کا ہمارے پاس ثبوت موجود ہے۔ وہ یہ کہ سنسکرت میں ہمارے بے شمار الفاظ اصل شکل صورت اور اشتقاقات کے ساتھ موجود ہیں۔۲۶

یہی وجہ ہے کہ بعض محققین نے پشتو کو سنسکرت کی ماں بتایا ہے۔ تاج سعید مرحوم نے اللہ بخش یوسفی مرحوم کے حوالے سے لکھا ہے:

پشتو دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے جو براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں کوہ ہندوکش سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے تک ہزاروں سال سے رائج ہے۔ اس خطے میں ایک بہادر اور جری قوم آباد ہے جسے پشتون یا پختون کہا جاتا ہے اور پشتو ان کی زبان ہے۔ اس کی قدامت کے بارے میں دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ کم سے کم چار ہزار سال قدیم ہے اور یہ زبان سنسکرت کی ماں ہے۔۲۷

اس طرح سنسکرت کے علاوہ ژند (پہلوی۔فارسی۔دری) نے بھی پشتو سے استفادہ کیا ہے۔ جدید تحقیق یہ ہے کہ مغربی ماہر آثار قدیمہ شلوم برجی نے ۱۹۵۷ء میں سرخ کوتل کے مقام پر ایک کتبہ دریافت کیا تھا جس پر لکھی ہوئی زبان کو افغان ماہر لسانیات پروفیسر عبدالحئی حبیبی نے فارسی کی ماں قرار دیا تھا لیکن حال ہی میں افغانستان ہی کے ماہر لسانیات پروفیسر ڈاکٹر زیار نے اس کتبے کی زبان کا تجزیہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اس پر لکھی ہوئی زبان کو باختری قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ پشتو یا پا میری زبان ہے، ڈاکٹر زیار لکھتے ہیں:

ترجمہ: باوجود اس کے کہ سرخ کوتل اور غالبا کوشانی دور کے کتبوں کا صحیح پتہ نہ چل سکا لیکن یہ بات پھر بھی یقینی ہے کہ شلوم برزی (جو اس کتبے کا کاشف ہے) بنوینست، ہیننگ، ھومھاخ، مورگن سترن، زارزدار اور گیرش بو بچ وغیرہ نے یہ کتبے باختری زبان سے منسوب کیے ہیں۔ اریک کے نظریے کے مطابق یہ کتبے قدیم تخاری زبان سے متعلق

ہیں اس کے علاوہ استاد حبیبی کا نظریہ یہ ہے کہ یہ زبان، دری زبان کی ماں ہے لیکن یہ دونوں نظریے حقائق سے موافق نہیں ہیں۔ فونا لوجی کے فارمولے کے تحت یہ کتبے باختری زبان کے درمیانی گروہ یعنی شمال مشرقی خاندان کی آریائی (ایرانی) شاخ میں شمار کیے جا سکتے ہیں جس میں پامیری اور پشتو زبان شامل ہیں، نہ کہ فارسی یادری۔ تخاری یا تو خاری درحقیقت وہ زبان ہے جو یورپی زبانوں کی شاخ، ہند آریائی زبانوں کی خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس کے مواد چینی ترکستان سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کوشانی اور ان کے جانشین آریائی اور باختر نسل کی زبان ہوسکتی ہے جو ایک شمال مشرقی وسطی آریائی (باختری) زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں ہوسکتی۔**۲۸**

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ پشتو نوں کی تہذیبی کڑی ماقبل از تاریخ کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ واضح طور پر اس قدیم ترین تہذیب کا کوئی تاریخی حوالہ نہیں البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ ان کی تہذیب ہندوستان کی قدیم ترین تہذیب ہے جو دراوڑی تہذیب سے بھی پرانی ہے اور ان کی زبان پشتو کی جڑیں بھی اتنی قدیم ہیں کہ ہندوستان کی قدیم ترین زبانوں منڈاری اور دراوڑی سے لفظی اشتراکات کے نمونے دستیاب ہے۔ لہذا اس کا ہندوستان کی دیگر زبانوں اور تہذیبوں کا متاثر کرنا ایک لازمی امر تھا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پشتو قدیم زبانوں منڈاری دراوڑی وغیرہ سے متاثر ہے لیکن یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک زبان ایک مضبوط اور قدیم تہذیب کی حامل بھی ہو اور اتنی زیادہ زبانوں سے متاثر بھی ہو۔ یقینی بات ہے کہ اتنی زیادہ زبانوں کا پشتو جیسی مستحکم زبان سے متاثر ہونا ہی ایک فطری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی علمی و ادبی زبانوں سنسکرت اور ژند پر پشتو نے انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ اتنی قدیم زبان کا اب تک زندہ رہنا اور اتنی مضبوط بنیادوں پر مستحکم رہنا اس زبان کی لسانی قوت و اہمیت کی بین دلیل ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی واضح ہے کہ پشتو کا دیگر آریائی زبانوں سے بہت قریبی تہذیبی و لسانی رشتہ ہے مگر اس رشتہ اور تعلق میں پشتو نے دیگر آریائی زبانوں سے لیا کم ہے اور دیا زیادہ ہے۔ پشتو زبان کا آریائی زبانوں سے تعلق و رشتہ سے یہ بھی بات سامنے آتی ہے کہ پشتو سامی زبان نہیں ہے بلکہ ایک آریائی زبان ہے جس کے تحریری آثار ویدی دور سے لے کر اب تک موجود ہیں۔ یہاں تک کے پشتو کے قدیم ادب سے بھی اس زبان

کے آریائی ہونے کے ثبوت اور نمونے دستیاب ہیں مگر یہ واضح طور پر ماننا پڑے گا کہ پشتو زبان آریائی زبان ہوتے ہوئے ایک الگ اور منفرد زبان ہونے کی خصائص بھی رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پریشان خٹک، *پشتون کون؟* پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۴ء ص ۹۲۔

۲۔ عبد القادر، مقدمہ، مشمولہ(*پٹھان از اولف کیرو*) پشاور، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۰ء ص ۱۷۔

۳۔ ملک، مظفر حسین، *نسلیات پاکستان*، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان پاکستان، طبع اول ۲۰۰۳ء ص ۲۸،۲۸۲۔

۴۔ سلطان محمد صابر، *قدیم پشتو اور پشتون* (*مترجم عبد الفتح*)، کوئٹہ پشتو اکیڈمی بلوچستان، جون ۱۹۷۷ء ص۹۔

۵۔ شرف الدین اصلاحی، *اُردو سندھی کے لسانی روابط*،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان، طبع اول مارچ ۱۹۸۷ء، ص ۸، ۹۔

۶۔ وزیر آغا، *اُردو شاعری کا مزاج*، لاہور،مکتبہ عالیہ، ۱۰۷۸ء ص۶۵۔

۷۔ ساجدامجد، *اُردو شاعری پر برصغیر کے تہذیبی اثرات*، کراچی، غضنفر اکیڈمی پاکستان،۱۹۸۹ء ص۲۸۔

۸۔ نجیب آبادی اکبر شاہ، *مقدمہ تاریخ ہند* (جلد اول) ،مدینہ پریس بخبور جولائی ۱۹۳۳ء، ص۶۹- ۱۷۔

9۔ *Encyclopaedia Britannica* (Afghanistan) Computer print.

۱۰۔ محمد صابر سلطان، *قدیم پشتو اور پشتون*،ص ۶۹۔

۱۱۔ کیرو، اولف، *سر پٹھان*، ص ص۶۶،۶۷۔

12۔ Grierson (G.A) *A Linguistic Survey of Pakistan* V.II(India V.IX. Accurate printers, Lahore, Pakistan, p. 9.

۱۳۔ صدیق اللہ پوھاندرشتین، *نوی چیڑنہ* (نئ تحقیق) پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور(سن اشاعت ندارو) ص۳۹۔

۱۴۔ ایضا ۴۰۔

۱۵۔ حیدر سندھی، *سندھی زبان وادب کی تاریخ*، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، طبع اول ۱۹۹۹ء ص ۱۳۔

16۔ Chatterji (S.K.), *Indo Arian and Hindi,* Gujrat Vernacular society, Ahmadabad, (1942 AD) p. 55

۱۷۔ عبد الحئ حبیبی، *ہوپشتو ادبیا تو تاریخ*، دادبیا تو اوبشری علو مو پوھنزی ۱۳۵۴ء ص ۲۴۔

۱۸۔ ایضا، ص ۳۲۔

۱۹۔ ایضا، ص۳۲۔
۲۰۔ ایضا، ص۳۲۔
۲۱۔ ایضا، ص۳۲۔
۲۲۔ پرویش شاہین، *کیا پشتو ایک آریائی زبان ہے*، مشمولہ سہ ماہی ادبیات، اکاومی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، شمارہ ۲۶، جلد ۷، بہار ۱۹۹۴ء، ص۲۱۱۔
۲۳۔ صابر سلطان محمد، *قدیم پشتو اور پشتون*، ص ۴۹۶، ۴۹۷۔
۲۴۔ عین الحق فرید کوٹی، ، *اُردو زبان کی قدیم تاریخ*، عزیز بک ڈپو، لاہور ۱۹۹۴ء، ص ص ۱۲۱، ۱۲۲۔
۲۵۔ غزنوی، خاطر، *اُردو زبان کا ماخذ ہندکو*، مقتدرہ قومی زبان پاکستان ۲۰۰۳ء ص ص۳۸، ۳۹۔
۲۶۔ صابر سلطان محمد، *قدیم پشتو اور پشتون*، ص ص۱۶- ۱۸۔
۲۷۔ تاج سعید، *پشتو ادب کی مختصر تاریخ*، اسلام آباد، مقتدر قومی زبان، ۱۹۹۵ء، ص۹۰۸۔
۲۸۔ ہیلموت، ہو مباخ، *دکنیشکا د سرہ کوتل ڈبرلیک*، باختری ژبہ (کنیشکا کا سرخ کوتل کا کتبہ، باختری زبان) مترجم پروفیسر ڈاکٹر زیار، *دکوشانی چیڑنونٹر یوال مرکز*۔ دعلو موا کادمی، اگست ۱۹۹۰ء، ص، ج، د۔